بحث ونظر

نصابِ زکوٰۃ کی تعیین
چند اصولی مباحث

ڈاکٹر محمد یٰسین مظہر صدیقی

ذیل کے مقالہ میں نصابِ زکوٰۃ سے متعلق بعض اہم سوالات مقاصدِ شریعت، قیمتوں کے فرق اور حالات کی تبدیلی کی روشنی میں اٹھانے گئے ہیں اور اہلِ علم کو ان پر غور وفکر کی دعوت دی گئی ہے۔ اسے ایک نقطۂ نظر کے طور پر یہاں پیش کیا جارہا ہے۔ اس پر سنجیدہ اور علمی اسلوب میں اظہارِ خیال کے لیے سہ ماہی تحقیقات اسلامی، علی گڑھ کے صفحات حاضر ہیں۔ ——— (جلال الدین)

شریعتِ اسلامی کے ہر قانون واصول کے پیچھے ایک حکمتِ الٰہی کارفرما ہوتی ہے۔ اور اس حکمتِ الٰہی کا تعلق بندگانِ الٰہی کے مصالح ومفادات کی رعایت وپاس کرنا ہوتا ہے۔ اسی کے ساتھ پورے اسلامی معاشرے کی بہتر سے بہتر فلاح وصلاح کا اجتماعی مقصود بھی وابستہ ہوتا ہے۔ جو اپنی نوعیت، وسعت اور ہمہ گیری کے سبب عام انسانی سماج کی بہبود کا ضامن بن جاتا ہے[۱] (شاہ ولی اللہ دہلوی، حجۃ اللہ البالغہ؛ المکتبۃ السلفیہ، لاہور غیر مورخہ، اول ۱۱-۴ و مابعد مباحث)

نصابِ زکوٰۃ کی تمام اصناف میں یہی چہار گونہ یا چہار ابعادی (Four Dimens-ional) اصولِ فلاحِ بشر کارفرما ہے۔ فرمودۂ شاہ ولی اللہ دہلوی ہے کہ چاندی کا نصاب — پانچ اوقیہ — اس لیے مقرر کیا گیا کہ وہ اوسط خاندان (اہل بیت) کی کمترین سالانہ ضروریات کی کفایت کرتا ہے۔ یہی حکمت نقدین دو سو درہم کے نصاب میں پائی جاتی ہے اور غلہ وجنس اور مویشی کی مختلف اصناف کے نصابات میں بھی[۲] (شاہ ولی اللہ دہلوی، حجۃ اللہ البالغہ، دوم ۴۰-۳۹ نیز ۴۳-۴۲؛)

مال کی مختلف قسموں کے باہمی مناسب اور ان کے مختلف نصابات کے پیچھے شاہ صاحب نے ایک اصولِ حکمت تو یہی کارفرما بتایا ہے کہ ان کا اپنا اپنا نصاب سال بھر کی ضروریات کی کم سے کم کفالت کرسکتا ہے اور دوسرا اصول ان کی باہمی قیمت یا ثمنیت کو قرار دیا ہے۔ جس طرح پانچ اوقیہ چاندی دوسو درہم کی قیمت رکھتی تھی یا دو سو درہم یا پانچ اوقیہ چاندی کی قیمت کے مساوی تھے اسی طرح پانچ اونٹوں، چالیس بکریوں، تیس گایوں وغیرہ کے نصابات چاندی کے پانچ اواقی یا دوسو درہم کے برابر تھے۔ پانچ وسق غلہ یا زمینی پیداوار بھی ایک اوسط درجہ کے خاندان کی کفایت کرنے کے ساتھ ساتھ مالیتِ نقد، چاندی یا مویشی کے نصابات کے مساوی یا قریب قریب تھی۔ سونے کو چاندی پر محمول کرکے اس کا نصاب بیس مثقال مقرر کیا گیا کہ عہدِ تشریع میں ایک دینار دس درہم کے مساوی تھا اور بیس مثقال سونا بیس دینار یا دوسو درہم کے مساوی تھا۔
(شاہ ولی اللہ دہلوی، حجۃ اللہ البالغہ، دوم ۴۴-۴۲: مقادیر الزکوٰۃ)

نصابِ زکوٰۃ کی تشریع نبوی پر اس حکیمانہ بحث سے چند واضح اصول وقواعد نکلتے ہیں:۔

اول: شرعی قوانین کے پابند (مکلف) مسلم کے اس مال پر کوئی زکوٰۃ نہیں مقرر کی گئی جو اس کے اوسط درجہ کے خاندان کی کم سے کم ضروریات کی ایک پورے سال تک کفالت کرے۔

دوم: ایسے مکلف مسلم کے سال بھر کے ضروری اخراجات سے جو رقم یا مال زائد ہو اس پر زکوٰۃ عائد ہوگی بشرطیکہ وہ اپنے نوع وجنس کے مقررہ نصاب کو پہنچ جائے۔

سوم: ثمنِ اصلی - چاندی - کا نصاب مالیت میں دوسو درہم کے نقد کے برابر ہے۔

چہارم: سونے کا نصاب مالیت میں چاندی کے مساوی یا مماثل ہے۔

پنجم: نقد (کیش) کو چاندی پر محمول کیا گیا ہے اور اس کا نصاب مالیت میں چاندی کے نصاب کی مالیت کے مساوی ہے۔

ششم: زمینی پیداوار کی مالیت بھی اس کے نصاب کی تعیین میں مدنظر رکھی گئی ہے اور اس کی مالیت ثمنِ اصلی کے برابر ہے۔

ہفتم: مختلف مویشیوں کے نصاباتِ زکوٰۃ میں نہ صرف ان کی باہمی مالیت کے

برابر ہونے کا اصول مدِ نظر رکھا گیا ہے بلکہ ان کی اپنی اپنی جداگانہ مالیت کو ثمنِ اصلی کی مالیت نصاب سے ہم آہنگ کیا گیا ہے۔

ہشتم: اور نصاب کی اصولی مالیت سال بھر کی کمترین ضروریات کی کفایت ہے۔

احادیثِ نبوی، سیرتِ طیبہ، مباحثِ فقہاء، دلائلِ حکماء اور مقتضیاتِ عقل سے واضح ہوتا ہے کہ: رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ثمنِ اصلی میں چاندی کا نصاب مقرر فرمایا تھا۔ سونے کے نصاب ــ بیس مثقال ــ کو محدثین کرام نے صحیح احادیث پر مبنی نہیں قرار دیا ہے جیساکہ امام شافعی سے تصریح کے ساتھ منقول ہے۔ شاہ ولی اللہ دہلوی اور دوسرے محدثین کرام کے نزدیک وہ روایات و آثار پر مبنی یا نصاب فضہ/ چاندی پر محمول ہے۔ بہت سے ائمہ کرام اور فقہاء عظام کے نزدیک حضرات عمر بن خطاب، علی بن ابی طالب اور عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہم سے مروی "صحیح حدیث" پر مبنی ہے۔ حدیثِ نبوی یا روایتِ اسلامی پر مبنی ہونے یا نہ ہونے کے اختلاف کے باوجود اس پر سب کا اتفاق ہے کہ سونے کا مقرر کردہ نصاب چاندی کے نصاب کے برابر تھا مالیت میں۔[۲۴] (بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الزکوٰۃ، باب زکوٰۃ الورق وغیرہ؛ ابن حجر عسقلانی؛ فتح الباری، متعلقہ ابواب، سوم ۹۳۔۳۹۱ وغیرہ؛ مجیب اللہ ندوی، اسلامی فقہ، تاج کمپنی دہلی ۱۹۹۲ء، اول ۴۲۵)

ایک اہم مسئلہ ہمارے علماء و فقہاء کے غور و فکر کے لیے یہ ہے کہ مدتوں سے نقد مال: چاندی اور سونے کے مقررہ نصابات میں مالیت کے اعتبار سے تفاوت پیدا ہوتا رہا۔ اس تفاوت و فرق کے پیچھے قیمتوں کا اتار چڑھاؤ کارفرما ہے جس کی طرف شاہ ولی اللہ دہلوی نے بھی اشارہ کیا ہے۔ چاندی کے پانچ اواق کے مقررہ نصاب کے سال بھر تک کمترین ضروریات کی کفایت کرنے کی حکمت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جب اکثر ممالک میں قیمتیں موافق تھیں (... اذا کانت الاسعار موافقۃ فی اکثر الاقطار، واستقرئ عادات البلاد المعتدلۃ فی الرخص والغلاء تجد ذالک)

شاہ صاحب نے اس ضمن میں ایک اور اصول بھی وضع فرمایا ہے اور وہ ہے قیمتوں کے چڑھنے اترنے میں ممالک و بلاد کی عادات کے استقرار کا۔ عاداتِ ممالک، رواج و رسوم چلن عام یا عرفِ علاقہ کا اصول بھی نصاباتِ زکوٰۃ کی تعیین میں پوری طرح کارگذاری کرتا ہوا نظر آتا ہے۔[۲۵] (حجۃ اللہ البالغہ، دوم ۴۲)

امام بخاری نے حدیث حضرت ابو سعید خدریؓ کے حوالے سے چاندی، زمینی پیداوار اور اونٹ کے نصابات کی تعیین کی ہے اور دوسری احادیث نبویہ نے ان تین قسموں کی تعیینِ نصاب میں کچھ مزید توسیع کی ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ عہدِ نبوی میں بالخصوص مدینۂ منورہ میں یہی تین مال کی قسمیں تھیں جن کا نصاب متعین کیا گیا حتیٰ کہ سونا ثمنِ اصلی ہونے کے باوجود عام استعمال، چلن اور رواج کے اعتبار سے مالِ نادر تھا اس لیے اس کا نصاب چاندی کی طرح پکا تعیین نہیں رکھتا ہے۔ (بخاری، فتح الباری کے ابواب الزکوٰۃ؛)

شاہ ولی اللہ دہلوی نے غلاموں اور گھوڑوں کو عہدِ نبوی میں زکوٰۃ سے مستثنیٰ قرار دینے کی حکمت یہ بتائی ہے کہ غلاموں کو نسل کشی کے لیے استعمال کرنے کی عادت نہ تھی اور گھوڑے اقالیم میں اتنے زیادہ نہ تھے کہ ان کو مویشیوں (انعام) کے زمرہ میں شمار کیا جاتا۔ لہٰذا ان کو "اموالِ نامیہ" نہیں سمجھا جاتا تھا جو زکوٰۃ کی فرضیت کی ایک بنیادی شرط ہے۔ ان کے علاوہ بعض دوسری اقسام پیداوار اور مویشی بھی عرب یا مدینہ میں نہیں ملتے تھے۔ لہٰذا "عادت" رواج اور "عمومی چلن" سے خارج ہونے کے سبب ان کا نصابِ زکوٰۃ متعین نہیں کیا گیا۔[94] (حجۃ اللہ البالغہ، دوم ۴۳)

ایسے تمام اموال پر زکوٰۃ کی فرضیت اور ان کی شرحِ نصاب کی تعیین کا فقیہانہ کام خلفاء کرام، صحابۂ عظام اور فقہاء انام نے قیاس کے اصول کی بنا پر انجام دیا۔ ان پر مالِ نامی ہونے کا قاعدہ جاری کیا گیا اور اس میں علاقہ، قوم کی عادت، علاقہ یا زمانہ کی روایت اور مال کی مالیت / ثمنیت کا اعتبار کیا گیا اور اس زاویہ سے اسی جنس / نوع کے مالِ نامی سے اس کو ملحق کر دیا گیا اور اصل مالِ نامی کے نصاب پر اس کو محمول کر کے قیاسی مالِ نامی کا نصاب متعین کیا گیا[95] جیسا کہ سونے کو چاندی پر یا گیہوں کو جو پر قیاس و محمول کیا گیا۔

جو پر گیہوں کو محمول کرنے کا معاملہ اگرچہ زکوٰۃ الفطر سے متعلق ہے لیکن بہرحال اس کا ایک گونہ تعلق نظامِ زکوٰۃ ہی سے ہے۔ اس سے زیادہ اس مسئلہ میں دونوں اجناس کی باہمی قیمتوں کے اختلاف کا معاملہ واضح کرتا ہے کہ مال کی مالیت / ثمنیت نصاب کے تعیین کی وجہ بنتی ہے اور دونوں مختلف اجناس کی ثمنیت و مالیت وجہ تناسب

قرار پاتی ہے۔ گیہوں کے نصاب یا مالیت کی تعیین میں اس کے عام استعمال اور رواج یا عادتِ بلاد کی رعایت بھی کی گئی ہے۔ حضرت ابوسعید خدریؓ ہی کی دوسری روایت کے مطابق عہدِ نبوی میں صحابۂ کرام زکوٰۃ الفطر میں طعام یا تمر یا جو یا زبیب میں ایک صاع نکالا کرتے تھے۔ جب حضرت معاویہؓ کا زمانہ آیا اور گیہوں کا چلن ہو گیا تو انھوں نے قاعدہ مقرر کیا کہ گیہوں کا ایک مُد مذکورہ بالا اجناس کے دو مدوں کے برابر سمجھا جائے۔ چنانچہ صحابۂ کرام اور بعد کے فقہاءِ عظام نے گیہوں کی مالیت کی گرانی کے سبب اس کا نصفِ صاع زکوٰۃ الفطر کے لیے مقرر کیا۔[۹۵] (بخاری، کتاب الزکوٰۃ، باب صاع من زبیب؛ فتح الباری، سوم ۷۲-۴۶۹ نیز باب الصدقۃ قبل العید...؛ حجۃ اللہ البالغہ، دوم ۴۴؛ مجیب اللہ ندوی، اسلامی فقہ اول ۱۶-۴۱۴)

حضرت معاویہ کے اصول یا قاعدہ کی اساس خالص قیاس پر مبنی ہے اور صحابہ و علماء کے اتفاق کی بنا پر اس کو اجماع کا درجہ حاصل ہو گیا ہے۔ مگر اس ضمن میں چند اصولی مباحث و مسائل کو مدنظر رکھنا ضروری ہے۔ جو کے بالمقابل گیہوں کی دوگنی قیمت / مالیت کے سبب قیاس کی بنا پر حضرت معاویہ نے اس کی زکوٰۃ الفطر آدھی مقرر کی اور گیہوں کو اجناس قابلِ زکوٰۃ کی فہرست میں اس لیے شامل کیا کہ اس کا رواج و استعمال ان کے زمانے میں ہو گیا تھا جبکہ عہدِ نبوی میں وہ صحابۂ کرام کی عام خوراک میں شامل نہ تھا۔ اب اگر قیمتوں کے اتار چڑھاؤ کے سبب جو اور گیہوں کی قیمتوں کا فرق مٹ جائے اور دونوں کی مالیت و ثمنیت برابر یا برعکس ہو جائے جیسا کہ موجودہ زمانے میں مختلف بلاد وامصار میں ہو گئی ہے تو گیہوں جو کے بالمقابل اسی طرح دوگنی قیمت کا تسلیم کیا جاتا رہے گا اور اس کی شرح زکوٰۃ الفطر جو کے بالمقابل نصف ہی رہے گی۔ جیسا کہ ہمارے تمام فقہاء احناف آج تک تسلیم کرتے چلے آرہے ہیں۔ (مجیب اللہ ندوی، اسلامی فقہ، اول ص۴۱۶) اور صرف یہی نہیں بلکہ تمام اناجوں "جیسے چنا، چاول، دھان، باجرہ، جوار، مٹر، مسور، ارہر" وغیرہ سب کو نصف صاع گیہوں پر ہی قیاس و محمول کر کے اس کے حساب سے زکوٰۃ الفطر ادا کرنے کا حکم دیتے ہیں۔ حالانکہ جو کی قیمت گیہوں سے متجاوز ہو گئی ہے اور چنا، چاول اور متعدد دالوں کی قیمتیں جو سے بھی دوگنی اور تین چار گنی تک ہو گئی ہیں۔

قیمتوں کے تفاوت کا لحاظ نہیں کیا جاتا ہے۔

اصل مسئلہ زیر بحث یہ ہے کہ — چاندی اور سونے — کی تناسبی قیمتوں میں موجود شرحوں کے مطابق لگ بھگ سات گنا تفاوت پایا جاتا ہے۔ مالِ نقد — نوٹ یا کاغذی کرنسی — کو ان دونوں اصلی ثمن میں سے کسی ایک پر محمول کرنے کا دوسرا مسئلہ ہے۔ ان ہی دونوں مسائل کا حل تلاش کرنے سے نقد مال (کیش) کا نصابِ زکوٰۃ متعین کیا جا سکتا ہے۔

فقہاء کرام کے مختلف مسالک بیان کر دینے سے یا فقراء کے لیے زیادہ نفع بخش شرح کو ترجیح دینے سے مالِ نقد کا نصاب زکوٰۃ صحیح اسلامی شریعت اور اس کی صالح روح کے مطابق مستقل طور سے طے نہیں ہو سکتا۔ فقہاء اسلام بالخصوص فقیہانِ ہند کا ایک طبقہ کرنسی نوٹ کا نصاب زکوٰۃ حدیثِ نبوی میں وارد پانچ اواق کی قیمت کے برابر متعین کرتا ہے کہ وہ فقیروں اور مسکینوں یعنی زکوٰۃ کے مستحقین کے لیے زیادہ نافع ہے کہ زیادہ سے زیادہ مالداروں پر زکوٰۃ واجب ہوگی۔ حسنِ اتفاق یا سماجی مصالح کے اعتبار سے کمترین نصاب کو مثالی نمونہ یا اصولی قرار دینا تو صحیح ہو سکتا ہے مگر اس سے مکلف سے دفعِ ضرر اور اس کی جلبِ منفعت کی رعایت کا اصول متاثر ہوتا ہے۔ جبکہ حقیقت اور روحِ تشریع یہ ہے کہ مکلف فرد/ افراد/جماعت کے مصالح کی رعایت تشریع و تنفیذ قانون میں کی جانی چاہیے (مجلہ فقہ اسلامی، اسلامک فقہ اکیڈمی (انڈیا) نئی دہلی ۱۹۹۰ء دوسرے فقہی سمینار میں شامل مقالات برکرنسی نوٹ کی شرعی حیثیت، ۱۸۱-۲۷؛ عتیق احمد بستوی، ۴۸۰ شمس پیرزادہ، ۶۰۰؛ حبیب الرحمٰن خیرآبادی ۹۳؛ ظفر الدین مفتاحی ۱۰۹؛ زبیر احمد قاسمی، ۱۲۴؛ نسیم احمد قاسمی ۱۳۹، ۱۵۲/؛ اختر امام عادل ۱۰۳)

چاندی کے کمترین نصاب زکوٰۃ پر نقد کے نصاب زکوٰۃ کو ان علماء و فقہاء کرام کے مطابق محمول کر کے متعین کرنا صحیح، معقول اور روحِ تشریع کے مطابق معلوم ہوتا ہے جو سونے کے نصاب کو بھی یا اس کی قیمت و مالیت کو بھی چاندی پر محمول کرتے ہیں کہ ان کے نزدیک اصل ثمن صرف چاندی رہ جاتی ہے جس کا ذکر احادیث نبوی میں بالاتفاق ملتا ہے۔ لیکن جو فقہائے کرام جن میں فقہاء ہند بھی شامل ہیں سونے کا نصاب زکوٰۃ بیس مثقال کے وزن پر حدیثی اعتبار سے متعین تسلیم کرتے ہیں ان کے

نزدیک موجودہ شرحوں کے اعتبار سے سونے کا نصابِ زکوٰۃ چاندی کے نصاب سے حقیقی، واقعی اور متفاوت بن جاتا ہے اور ان کے اعتبار سے دو ثمن اصلی ہیں اور ان دونوں میں ایک اور سات کا مالی یا قیمتی تفاوت پایا جاتا ہے۔ (متعدد علماءِ ہند نے چاندی یا سونے میں سے کسی ایک کے نصاب تک کرنسی نوٹوں کے پہونچ جانے پر ان کا نصاب مقرر کیا ہے: مجلہ فقہ اسلامی میں مقالات مفتی عبیداللہ اسعدی، نظام الدین، عزیز الرحمٰن بجنوری، انیس الرحمٰن قاسمی؛ ابوالحسن علی، محمد زید وغیرہ ۱۱۵)

دوسرے طبقۂ علماء وفقہاء کے نزدیک مالِ نقد — نوٹ، کرنسی — کا نصاب سونے کے بلند تر نصاب پر محمول کیا جائے گا۔ شاید اس لیے کہ موجودہ دور میں کرنسی سونے سے وابستہ، پیوستہ اور متعلق ہوتی ہے۔ اس میں مکلف کے مصالح کی رعایت ضرور ہے اور بعض دوسری مصالح بھی پائی جاتی ہیں لیکن بہرحال یہ بھی چاندی اور سونے کے نصابات کے مالی یا قیمت کے تفاوت کو دور نہیں کرتیں اور نصابِ زکوٰۃ کی یکساں قیمت یا ثمنیت کے اصول پر حرف لاتی ہیں۔ (مجلہ فقہ اسلامی، مذکورہ بالا میں مقالات علماء کرام: خالد سیف اللہ رحمانی ۸۰-۷۹؛ یوسف قرضاوی بحوالہ نسیم احمد قاسمی ۱۴۸)

اگر شاہ ولی اللہ دہلوی کی بیان کردہ حکمتِ نصاب، کہ ایک اوسط درجہ کے خاندان کی سال بھر کی کمترین اور لازمی ضروریات کی کفایت کرنے والا مال زائد ہو، صحیح ہے تو موجودہ دور میں تقریباً تمام ممالکِ اسلامی وغیر اسلامی میں چاندی کا نصابِ زکوٰۃ جو ہندوستانی پاکستانی سکہ میں چار ہزار روپے کے قریب آتا ہے۔ ایک معمولی خاندان کے ضروری سالانہ اخراجات کی کفایت نہیں کرسکتا۔ البتہ سونے کا نصابِ زکوٰۃ کسی حد تک کفایت کرسکتا ہے۔ ڈالر یا پونڈ وغیرہ غیر ملکی سکوں والے ممالک میں تو سونے کا نصاب بھی ایک سال کی ضروریاتِ لازمی کی کفایت نہیں کرسکتا۔ کیونکہ چاندی کا نصاب ڈالر میں سو سے کم اور پونڈ میں پچاس سے کچھ اوپر ہوگا اور سونے کا نصاب ڈالر میں آٹھ سو کے قریب اور پونڈ میں ساڑھے چار سو کے قریب۔

اس سے زیادہ اہم اور تمام مصالح ومفاسد سے قطع نظر، ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا نصاب کی متفاوت شرحیں مقصودِ شریعت، روحِ تشریع اور مقصدِ قانون کو پورا کرتے ہیں یا ان سے کم از کم ہم آہنگ ہیں؟ تمام احادیثِ نبوی، آثارِ صحابہ اور مسالکِ فقہاءِ اولین یہ ثابت کرتے ہیں کہ نصابِ زکوٰۃ میں یکساں ثمنیت اور متفقہ مالیت کا اصول

کارفرما تھا تاکہ مختلف اصنافِ مال کے مالکوں میں سے کسی بھی طبقہ پر غیر منصفانہ بوجھ نہ پڑے اور ایک کے مقابلے میں دوسرے پر زیادہ بار نہ ڈالا جائے۔ یکساں ثمنیت و مالیت والے نصاب زکوٰۃ روحِ اسلامی کے مطابق بھی ہے اور اسلام کے سماجی انصاف کے اصول کے موافق بھی۔

موجودہ دور میں چاندی انسانی سماج میں اپنی اصلی قیمت کھو چکی ہے اور سونے کو ہر طرح سے مالِ رائج الوقت سمجھا جاتا ہے۔ تمام ملکوں کی کرنسی زیادہ تر سونے سے وابستہ ہے۔ کاروبار میں سونے کا اعتبار کیا جاتا ہے۔ زیورات بالعموم سونے کے بنتے اور معیاری سمجھے جاتے ہیں۔ چاندی کے زیورات کمتر، بطور غیر ضروری آرائش یا بطور تفریح وتبدیلِ ذوق پہنے جاتے ہیں، یا غریب ترین طبقات میں ان کا رواج ہے۔ چاندی کے نصاب سے مالِ نقد کا نصاب وابستہ کرنے میں ان غربا و مساکین پر غیر ضروری بار پڑنے کا خطرہ ہے جن کے لیے زکوٰۃ کا نظام ہی مشروع و نافذ کیا گیا ہے۔

ان تمام مقاصد، مصالح اور فوائد کا تقاضا ہے اور ان سے زیادہ روحِ تشریع اسلامی کا کہ کرنسی کا نصاب سونے کے مقررہ نصاب ـــ بیس مثقال ـــ سے وابستہ کیا جائے۔ نیز چاندی اور سونے اور اجناس و مویشی کی قیمتوں میں جو مالیت کے لحاظ سے تفاوت آگیا ہے اس کو صحیح اسلامی مقصود کے مطابق دور کر کے مختلف اموال کے نصابات میں مالیت کے اعتبار سے یکسانیت پیدا کی جائے۔ فقہاءِ اسلام سے یہ وقت کا تقاضا ہے اور اسلام کا مطالبہ بھی ہے۔

تعلیقات وحواشی

؎۱ فقہِ اسلامی کا ایک مقصود یہ بیان کیا گیا ہے کہ وہ مضرت کو دور کرتی ہے اور منفعت لاتی ہے اور ایسا پورے مسلم معاشرہ اور انسانی سماج کے فلاح وبہبود کے لیے کیا جاتا ہے۔ اس سے صرف ایک فرد یا مسلم ہی کی خیر خواہی مقصود نہیں ہوتی۔ بعض دوسرے فقہی مقاصد و اصول اسی فلاحِ عام کے مقصود کی جزوی، منفی یا مثبت ترجمانی کرتے ہیں، جیسے: لاضرر ولاضرار۔ یا الضرر یزال۔

؎۲ حدیثِ نبوی میں مذکور تمر (کھجور) فضہ/ورق (چاندی) اور ابل (اونٹ) کے نصاب کی حکمت بتاتے ہوئے لکھتے ہیں: اقول: انما قدر من الحب والتمر خمسة اوسق لانها تکفی اقل اهل بیت الی سنة

وانما قدر من الورق خمس اواق لانہا مقدار یکفی اقل اهل بیت سنة کاملة اذا کانت الاسعار موافقة فی اکثر الاقطار واستقری عادات البلاد المعتدلة فی الرخص والغلاء تجد ذالک، وانما قدر من الابل خمس ذود......

شاہ صاحب نے اونٹ کا نصاب زکوٰۃ بتانے کے بعد اس کے مطابق ایک بکری اس کی زکوٰۃ مقرر کرنے کی حکمت یہ بتائی ہے کہ اونٹ جثہ کے لحاظ سے سب سے بڑے جانوروں میں شمار ہوتا ہے لہٰذا اس کے قلیل ترین نصاب میں اس کا ایک حصہ نہیں دیا جا سکتا۔ اور نفع عام کی خاطر اور سہولت کی غرض سے ایک بکری زکوٰۃ مقرر کر دی۔

۳ے حدیثِ مذکورہ بالا میں وارد زکوٰۃ کے تینوں نصاب کو چونکہ ایک سال کی کمترین ضروریات کی کفایت کرنے سے وابستہ کیا تو اس سے واضح ہو گیا کہ ان کی ثمنیت / مالیت قریب قریب ایک ہی تھی۔ عہدِ نبوی / تشریع میں ان تمام اصنافِ مال کی قیمتوں اور ان کے باہمی تبادلہ کی قیمتوں کا تقابلی مطالعہ بھی یہی ثابت کرتا ہے۔ اس پہلو پر مزید تحقیق و جستجو نئے دلائل و شواہد فراہم کرے گی۔

صدرِ اسلام میں قیمتوں کے ایک تحقیقی اقتصادی مطالعہ کے لیے ملاحظہ ہو: منذر قحف، الاسعار بالنسبیة فی المدینه المنورة فی العهدین النبوی والراشدی، مجلة بحوث الاقتصاد الاسلامی، مجلة الجمعیة الدولیة للاقتصاد الاسلامی، لیسٹر (یوکے) المجلد الاول العدد الاول ۱۹۹۱ء، ۴۴-۱۔

۴ے سونے کے نصاب زکوٰۃ کے بارے میں کتاب المغنی ۳/۶ میں حسب ذیل روایت ہے۔ لیس فی اقل من عشرین مثقالا من الذهب ولا فی اقل من مائتی درهم صدقة..... امام شافعی کا قول التلخیص الحبیر ص۱۸۲ کے حوالہ سے دیا گیا ہے۔ شاہ صاحب کا جملہ بھی بہت معنی خیز ہے:

والذهب محمول علی الفضة وکان فی ذالک الزمان صرف دینار بعشرة دراهم فصار نصابه عشرین مثقالا،

بعض کتبِ صحاح میں چاندی کے نصابِ زکوٰۃ کے بارے میں احادیث اور ان کے ابواب متعلقہ ہیں مگر سونے کے نصاب پر نہ تو کوئی باب باندھا گیا ہے اور نہ حدیث نبوی لائی گئی ہے۔ ملاحظہ ہو بالخصوص، کتاب الزکوٰۃ در صحیح بخاری و فتح الباری۔

۵ے اموال کی گرانی کی وجہ سے قیمتوں میں اضافہ ہوتا ہے اور یہ گرانی اشیاء کی بہ نسبت کمتر فراہمی اور ضرورت کی زیادہ زیادتی کے سبب ہوتی ہے۔ قیمتوں میں اتار چڑھاؤ اور فرق و تفاوت کے اقتصادی

اسباب کچھ بھی ہوں شریعت نے ان کا ہر حال میں لحاظ کیا ہے۔

۶ھ "عرف وعادت" کا فقہی قاعدہ صرف ان امور میں ملحوظ نہیں رکھا گیا جن کی بابت نصوص موجود نہ ہوں اور کتاب وسنت نے صریح رہنمائی نہ کی ہو" جیسا خالد سیف اللہ رحمانی اور ان کے ہمنوا فقہاء ہند کا خیال ہے (مجلہ فقہ اسلامی دوم ۱۴۶) بلکہ نصاباتِ زکوٰۃ مقرر کرنے میں بھی ان کا لحاظ رکھا ہے۔ یعنی نصوصِ اسلامی میں بھی عرف وعادت کی رعایت ہمیشہ ملتی ہے۔

۷ھ غلاموں گھوڑوں پر زکوٰۃ مقرر نہ کرنے کی حکمت بیان کرتے ہوئے شاہ صاحب نے لکھا ہے: ذالك لانه لم تجر العادة باقتناء الرقیق للتناسل وكذا الخیل فی كثیر من الاقالیم لاتكثر كثرة یعتد بها فی جنب الانعام....

۸ھ ان اصنافِ مال کی زکوٰۃ اور ان کے نصابات کا تقرر تمام کا تمام قیاس پر کیا گیا ہے جن کا ذکر حدیث نبوی میں نہیں ہے۔

۹ھ شاہ ولی اللہ دہلوی نے گیہوں کی شرحِ زکوٰۃِ فطر کے بارے میں لکھا ہے:.... وحمل فی بعض الروایات نصف صاع من قمح من شعیر لانه كان غالیاً فی ذالك الزمان لا یاكله الا اصل التنعم، ولم یكن من یاكل المساكین، بینة زید بن ارقم فی قصة السرقة۔

۱۰ھ یہ عجیب بات ہے کہ حضرت معاویہ کے قیاس کو اجماع کا درجہ مل گیا اور حدیثِ نبوی کی مانند غیر مبدل نصاب/شرح مان لیا گیا۔

۱۱ھ انفع للفقراء کا خیال کوئی اصول یا قاعدہ نہیں بلکہ بعض فقہاء کا مستنبط نتیجہ یا زاویۂ نگاہ ہے جو لازمی نہیں بن سکتا۔

۱۲ھ چاندی یا سونے میں کسی کے نصاب تک پہونچ جانے پر فرضیتِ زکوٰۃ کا فتویٰ ضم نصابِ نقدین میں تو صحیح ہوسکتا ہے لیکن کرنسی میں وہ لاطائل ہے کیونکہ چاندی کے فروتر نصاب سے ہم آہنگ ہونے کی صورت میں وہ سونے کے نصاب تک پہونچے گا ہی نہیں۔ گو یا کہ نصابِ سونا اس صورت میں ناممکن ہے۔